قسط نمبر ۳

ارض بلتستان

محمد اسماعیل فضلی

جوش طوفان دیدۂ نم ناک سے کیا کیا ہوا
دیکھ لے دنیا میں مشت خاک سے کیا کیا ہوا

سائنسی تحقیق ایک عجوبہ: سائنسی تحقیقات کے مطابق 600 ملین سال پہلے زمین صرف ایک ہی قطعے پر مشتمل تھی جسے پینگو اکہا جاتا ہے۔ پینگو اکا وہ حصہ جو خط استوا کے شمال میں تھا لاریشیا کہلاتا ہے اور وہ حصہ جو خط استوا کے جنوب میں تھا گونڈوالینڈ کہلاتا ہے۔ لاریشیا آج کے یورپ' شمالی امریکہ ایشیاء ماسوائے برصغیر پر مشتمل تھا 375000000 سال قبل تک زمین برف سے ڈھکی ہوئی تھی اور موسم سرد وخشک تھا۔ 225000000 سال پہلے پینگو ا ٹکروں میں بٹ گیا جس سے براعظم وجود میں آئے۔ یہ براعظم موجودہ مقامات کی طرف حرکت کرنے لگے۔ آب و ہوا گرم اور مرطوب ہوگئی۔ 160 ملین سال قبل گونڈوانا لینڈ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئی۔ مغرب کی طرف جنوبی امریکہ اور جہت مشرق برصغیر' آسٹریلیا اور انٹارکٹکا افریقہ سے الگ ہوگئے۔ برصغیر نے شمالی جانب سرکنا شروع کیا۔ ایشیا بھی لاریشیا سے الگ ہو کر موجودہ مقام کی طرف حرکت کرنے لگا۔ اس طرح قراقرم کے آتشی چٹانوں کا برصغیر کے قطعہ کے ساتھ ٹکراؤ ہو گیا' جس کے نتیجے میں یہ دلفریب وادیاں وجود میں آگئیں اور سلسلہ ہائے کوہ ظاہر ہوگئے۔

قارئین کرام! بلتستان کو وادیوں کی سرزمین کہا جائے تو بجا ہوگا' کیونکہ شگوس روندو سے سیاچن تک اور دوسری طرف لداخ اور کشمیر تک جن میں کرگل اور زانسکر شامل ہیں' بڑی بڑی وادیوں اور اس کے معاون چھوٹی وادیوں اور ندی نالوں پر مشتمل خطہ ارض ہے۔

بلتستان میں طوائف الملوکی:

لداخ اور بلتستان کی مرکزی حکومت سے علیحدگی انتہائی خطرناک نتائج کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ مضبوط مرکزی حکومت کی عدم موجودگی میں خانہ جنگی کا طویل سلسلہ شروع ہوا۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ سلسلہ جنگ و جدل دسویں سے سولھویں صدی عیسوی تک جاری رہا۔ خوبصورت وادیوں میں بل کھاتی' آئینے کے مانند صاف وشفاف ندیوں کا پانی وقت بے وقت انسانی خون سے رنگین ہوتا رہا۔ جائیدادیں قرق اور عصمتیں پامال ہوتی رہیں۔

وادیوں اور گلیشیئروں کی سرزمین بلتستان میں متعدد راجاؤں نے اپنی اپنی حکومتیں قائم کرلیں۔ جہاں اور جس کو موقع ملا' ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائی اور ڈھائی دن کی بادشاہت قائم کرلی۔ طوائف الملوکی اور آئے دن چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے مابین چپقلش نے بلتستان کو جہاں معاشی بدحالی سے بری طرح نڈھال کردیا' وہاں خوبصورت اور دلکش ثقافت کی بھی داغ بیل ڈالی۔ ہر وادی میں دفاعی قلعے تعمیر ہوئے۔ جنگ سے قبل رزمیہ گیتوں کے تبادلے ہوتے۔ طنز کے نشتر چلائے جاتے' افواج کے جذبوں کو خوب گرم کیا جاتا۔ پھر معرکوں کا آغاز ہوتا۔ اسی لئے راجاؤں کے محلات عموماً بلند چٹانوں پر تعمیر کئے جاتے جہاں دشمن کی رسائی آسان نہ ہوتی۔ کیونکہ اکثر حملے شبخون کی صورت میں ہوتے تھے اور راجہ کے محل پر قبضہ سے فتح کا تصور ہوتا تھا۔

ان طلسماتی حسین وادیوں میں جاری جنگ وجدل اس وقت ختم ہوا جب 1580ء میں علی شیر خان انچن نے سکردو میں ایک مضبوط مرکزی حکومت قائم کرلی۔ جس نے اپنی شجاعت و بہادری اور حسن تدبر سے تمام برسرپیکار سلطنتوں کو مغلوب کرکے چترال سے لداخ تک پر مشتمل ایک عظیم الشان سلطنت قائم کرلی۔ جس کی تفصیل آئندہ قسطوں میں آئے گی۔ ان شاء اللہ

شہزادہ اوت شنگ اور اس کے وفاداروں نے مغرب کی طرف چلتے ہوئے زانگ زونگ کا علاقہ اپنا مسکن ٹھہرایا' جو بالائی لداخ میں واقع ہے۔ جدید محققین کا خیال ہے کہ بون مت کا اصل وطن بلتستان تھا۔ زانگ زونگ نہ صرف بون مت کی تعلیم کا مرکز بنا' بلکہ وہاں سے تبتی زبان و ثقافت کی بھی ترویج ہوئی۔ اس طرح اس مرکز نے تبت کے مختلف حصوں سے بیرونی اقوام کے اثر و نفوذ کو کم کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ تاریخ بلتستان کے مصنف غلام حسن سہروردی نے بون چھوس کو پون چھوس لکھا ہے۔ راقم نے ضلع گنگچھے کے خالص دیہی علاقوں کے ٹھیٹھ بلتی دانوں کو لفظ برن چھوس ہی کہتے سنا ہے۔ برن کا معنی بندگی ہے۔

پون چھوس / بون چھوس یا برن چھوس: اس مذہب کے باقیات اب بھی بلتستان میں موجود ہیں۔ مے فنگ' سترپ لا' نوروز وغیرہ اس مذہب کے تہوار ہیں' جو آج بھی بلتستان میں بڑے دھوم دھام سے منائے جاتے ہیں۔ بعض نے اس مذہب کا نام چھوس پون بھی بتایا ہے۔ غلام حسن سہروردی نے اس کی تائید میں لکھا ہے کہ یہاں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں چھوسپا کہتے ہیں۔

الغرض بون چھوس سراپا مظاہر پرستی' اوہام پرستی اور محیر العقول حکایتوں پر یقین رکھنے والا دین ہے۔ یہ دیوی دیوتاؤں (ہلا' ہلانو) پر کامل یقین رکھتے اور انہیں مقدس سمجھتے' انہیں لافانی اور لامحدود طاقتوں کا مالک سمجھتے تھے۔ یہ

مذہب قبل از اسلام عرب میں رائج مذہب صابی سے مشابہ تھا۔ لوگ ان کوہساروں اور وادیوں کو کوہ قاف کا ایک حصہ گردانتے' بعض اس کو پرستان کی ایک عظیم سیرگاہ سے تعبیر کرتے تھے۔

چند توہماتی حکایتیں

۱۔ چند سال قبل راقم کے گاؤں میں ایک واٹر چینل تعمیر ہو رہا تھا۔ مزدوروں کی اکثریت دوسرے گاؤں کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ موضع کھرفق کے ایک نوجوان مزدور کو ہلانو اٹھا کر لے گئی۔ جبکہ رات کے وقت تمام مزدور غار نماڈیرہ میں ہلاکار اور ہلوکار میں مصروف تھے۔ ہلانو پہلے ان کے ساتھ رنگ و موسیقی کے مقابلے کرتی رہی۔ وہ ان کی آواز صاف سن رہے تھے لیکن شکل نہیں دیکھ رہے تھے۔

۲۔ ایک اور شخص کا کہنا ہے کہ اسے بھی متعدد بار ہلانو اٹھا کر لے جاتی رہی اور جب بھی واپس کیا گیا تو اس کے سر اور داڑھی کے بالوں کا کچھ حصہ غائب پایا گیا۔ یہ شخص ابھی بقید حیات ہے۔

۳۔ بلغار گوند کے اخوند حسین نے راقم کو بتایا کہ اس کے ساتھ ہلانو کی باقاعدہ شادی ہوئی تھی اور اس سے تین بچے ہیں۔ مگر وہ اسے اب طلاق دے چکا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

دراصل اللہ تعالیٰ انسان کو آزماتا ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک آزمائشوں کا یہ سلسلہ چلا آرہا ہے کہ نوع انسانی کا ایمان اور عقیدہ کس قدر اور کس حد تک راسخ ہے۔

آدم علیہ السلام کو ﴿ولا تقربا هذه الشجرة﴾ کہہ کر آزمایا تو شیطن لعین نے رخنہ ڈال کر جنت سے نکالا۔ یہ شیطن بنی نوع انسان کی ایذارسانی اور گمراہ کرنے کے درپے رہتا ہے۔ خاص کر مؤمنوں کو پھسلانا اس کا مرغوب ترین مشغلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں اور مختلف شکلوں میں ظاہر ہو کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ جس طرح خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوا جب آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿افرأيتم اللات والعزىo و منوة الثالثة الاخرىo﴾ (النجم ۱۹۔۲۰) تو شیطان نے بیچ میں کہا تھا

تلك الغرانيق العلىٰ وان شفاعتهن لترتجى۔☆

(اس روایت سے متعلق ادارتی نوٹ مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔)

اسلام کی بنیاد عقیدہ توحید پر ہے۔ یہ عقیدہ شرک وبدعات' واھیات وخرافات کو اپنے اندر ہرگز جگہ نہیں دیتا۔ جبکہ توھمات ایمان و یقین کی ضد ہے لہذا مسلمان کو ایسے عقائد سے پاک رہنا چاہئے۔ بہرکیف ایسی باتیں بھی اس سرزمین کی تاریخ کا حصہ ہیں اور یہاں کے قدیم مذاہب کے وہ باقیات ہیں جو آج بھی تسلسل کے ساتھ نسل در نسل

منتقل ہو رہی ہیں۔ محترم غلام حسن سہروردی صاحب نے تاریخ بلتستان لکھتے ہوئے چھوسپہ خاندان کے ذکر میں لکھا ہے کہ ''اس خاندان کے بوڑھے اب بھی عجیب و غریب پیشگوئیاں کر رہے ہیں اور محیر العقول باتیں کرتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ان کی اکثر پیش گوئیاں درست ثابت ہوتی ہیں۔'' فرعون کے دور میں بھی بہت سی ایسی پیشگوئیاں صحیح ثابت ہوئی تھیں' جن میں خود فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں منطقی انجام کو پہنچنا شامل ہے۔ ایسی باتیں کہانت کے زمرے میں آتی ہیں۔

بلتستان میں لوگوں کی کثیر تعداد اس بات کی قائل ہے کہ اس دنیا میں فرشتوں' انسانوں اور جنات کے علاوہ ایک اور جنس ھلا و ھلامو (دیوتا' دیوی) موجود ہے۔ جو نہ انسانوں کی طرح خاکی ہے نہ جنوں کی طرح ناری اور نہ فرشتوں کے مانند نوری ہے۔ جو لامتناہی اور لافانی قوتوں کا حامل ہے کیسار رگیالفو اسی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ھلانو کیسار امیر کبیر سید علی ہمدانی کی دعاؤں سے کہیں نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑا ہے اور دجال کے ساتھ پھر ہوش میں آکر وارد ہوگا۔

اس عقیدے کے حامل لوگوں کا خیال ہے کہ برفانی چیتے' مارخور' کیل' مارکوپولو شپ' اڑیال' یاک اور یاکمو سب ہلا اور ہلانو کے پالتو جانور ہیں۔ بھوج پتر' صنوبر اور بید مجنون ان کے ملکیتی درخت ہیں۔ کوئلہ اور ہڈیاں ان کی خوراک ہے۔ وہ گلیشیئر اور نوکیلے پہاڑوں پر رہتے ہیں۔ ان کے محلات اور بازار ہیں جنہیں انسانی نظر دیکھ نہیں سکتی۔ ان کا جہاں جہاں سے گزر ہوتا ہے وہاں رحمت و برکات کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ یہ رقص و سرور کے بے حد دلدادہ ہوتے ہیں۔ میندوق ہلتا نمو کا میلہ' سترو پ لا اور مے فنگ وغیرہ کے مواقع پر جو رقص و سرور کی محافل برپا کرتے ہیں وہ انہی کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ہوتا ہے۔

۱۹۷۰ میں راقم خپلو سے اپنے ہمدرس ساتھیوں کے ساتھ یوگو آرہا تھا۔ دریائے شیوک کے شمالی جانب کھرکوہ کی طرف پہاڑی تودے گرنے لگے۔ بڑے بڑے پہاڑی تودے مکانات اور درختوں کو خس و خاشاک کی طرح مسل کر آگے بڑھ رہے تھے۔ سرسبز و شاداب کھیتیاں پل بھر میں بنجر ہو رہی تھیں' ابھی تودے گرہی رہے تھے ڈھول باجے خوب بجنے لگے۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ ''ہلا'' نے ناراض ہو کر اوپر سے پہاڑ گرایا ہے اس لئے اس کو خوش کرنے کیلئے موسیقی کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ اللہ ان سب کو ہدایت دے' جو عذاب الٰہی دیکھ کر استغفار کرنے کے بجائے فسق و فجور اور غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور اسلام کا دعوی کرتے ہیں۔

ہلا اور ہلانو کے علاوہ بون چھوس عقائد جو آج بھی زبان زد عام ہیں ان میں سے ایک مسجدی جن ہے' اس

تصوراتی مخلوق کے بارے میں بھی متعدد کہاوتیں ہیں۔ اسی طرح (چن چن فرو) یعنی ننگے بچے دیکھنے کے بھی بہت سے دعویدار ہیں۔ ایک اور مخلوق اپی سہ ردونگ یعنی زمین کوٹنے والی بڑھیا کے بابت کہا جاتا ہے کہ اس مخلوق کا سر انتہائی بھاری ہے وہ سر اٹھانے کی کوشش کرتی ہے اسی تگ و دو میں سر دوبارہ زمین پر گرتا ہے جس سے "دھم" کی آواز آتی ہے۔ کہا جاتا ہے یہ مخلوق کھنڈروں یا گہرے گڑھوں میں ہوتی ہے۔

موضع سینو کے باشندوں کا خیال ہے کہ تبت خورد میں (غدونگ جون) یعنی یم پر سواری کرنے والی مخلوق بھی ہے۔ جو باطنی لحاظ سے مافوق الفطرت خاصیتوں کی حامل ہوتی ہے رات کو جب لوگ گہری نیند سو رہے ہوں وہ اپنے عیال کو ساحرانہ نیند سلا کر لکڑی کے یم پر سوار ہو کر ہوا میں اڑتی ہوئی محافل سجاتی ہیں۔ یہ مخلوق جنسی اعتبار سے مونث ہوتی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ان کے چہرے زرد، دیکھنے میں کمزور ہوتے ہیں۔ اور ان کے بچے بھی شکل و شباہت میں بے ڈول اور کمزور ہوتے ہیں اس مخلوق کو (یوحا) Youha کہتے ہیں۔

ان مخلوقات کے علاوہ ایک اور مخلوق کا بھی ذکر سننے میں آتا ہے جسے "ری نوس" کہتے ہیں یہ بھیڑ کی شکل کی ہوتی ہے اس کے بال موتیوں کی مانند سفید ہوتے ہیں۔ جس گھر میں اس کا مسکن ہو اس میں مال و زر کی فراوانی ہوتی ہے اور جو شخص اس کو پکڑنے میں کامیاب ہو جائے وہ دولت مند بن جاتا ہے۔ یہ انسانی نظروں سے دیکھا بھی جا سکتا ہے اور اکثر او جھل رہتے ہیں۔

اس کے علاوہ پانی میں رہنے والے جانوروں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ان میں چھو گوس (پانی کا بیل) چھومی (پانی کا آدمی)، چھری سمبو (مقامی دری کا نام ہے) چھولو (پانی میں رہنے والی بھیڑ) وغیرہ شامل ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان مخلوقات کا تصور بون مت کے عقیدے میں شامل ہے۔ جس کے باقی ماندہ اثرات آج بھی اس پہاڑی خطے میں بطور عقیدہ موجود ہیں۔

بون چھوس کیا ہے؟ تاریخ اس بارے میں کچھ کہنے سے قاصر ہے کیونکہ محققین نے اسے متروک مذہب سمجھ کر تحقیق کرنے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ فریسکے نے اپنی کتاب ویسٹرن تبت میں لکھا ہے کہ یہ مذہب تبت میں شاہی دور سے قبل موجود تھا اور پورے عروج پر تھا۔ بونپو عالموں کے روایات میں مہاتما بدھ کی پیدائش سے قبل کا دور معلوم ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے تبتی روایتوں میں 416 ق م سے 50 ق م کا درمیانی عرصہ خیال کیا جاتا ہے۔ مگر اس بارے میں کوئی خاص حوالہ دستیاب نہیں۔

بون چھوس کا بانی: ویسٹرن تبت میں فریسکے نے لکھا ہے کہ گرے گرم چھن پوبے جنھوں نے منتر بون، نم بون سے

آغاز کیا۔ گلگت کے کاچو سکندر خان نے شین رب میدو کا نام لیا ہے۔ شین گلگت والوں کو کہا جاتا ہے حالانکہ گلگت میں اس مذہب کے کوئی آثار اور باقیات موجود نہیں۔ بون چھوس کا معنی ہے بون نامی شخص کا مذہب۔ لہذا یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے۔ بادشاہ بوندے پاجو تبت خوردو کلاں یعنی بلتستان و لداخ کا حکمران تھا' وہی اس کا بانی ہے اور علاقہ لونگ رنگ اس کی جائے پیدائش ہے۔

☆☆☆☆☆

قصہ غرانیق: امام ابن حجر کہتے ہیں کہ اس روایت کو ابن ابی حاتم 'طبری اور ابن المنذر نے روایت کیا ہے جس کے مختلف اسانید میں محمد بن السائب الکلبی (متهم بالكذب) اور محمد بن عمر الواقدی (متروك) جیسے ناقابل اعتبار راوی ہیں' بعض روایتوں میں انقطاع ہے۔ سعید بن جبیر والی سند کے علاوہ سب ضعیف یا منقطع ہیں ہاں مرسل روایت قبول کرنے والوں کے لئے دو روایتیں ہیں جنہیں طبری نے روایت کیا ہے' ان سے بحیثیت مجموعی یہ تاثر ملتا ہے کہ اس قصے کی کچھ اصل ہے۔ نیز اس روایت کو ظاہری معنی سے تاویل کرنا واجب ہے کیونکہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن مجید میں عمداً کچھ اضافہ کرنا ناممکن ہے اسی طرح بلا ارادہ ایسا ہو جانا بھی عصمت کی وجہ سے ناممکن ہے۔ (فتح الباری ۸ ۴۹۳)

یاد رہے کہ مرسل روایات جمہور محدثین کے نزدیک ناقابل قبول ہیں۔

البتہ یہ بات درست ہے کہ سورۂ نجم کے آخر میں تمام حاضرین سجدہ ریز ہو گئے تھے۔ عن ابن عباس رضی الله عنهما قال "سجد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بالنجم و سجدمعه المسلمون والمشركون والجن والانس" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ نجم پڑھ کر سجدہ تلاوت ادا فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکین بلکہ سب جن اور انس نے سجدہ کیا (صحیح بخاری کتاب التفسیر ۸ ۴۸۰)

مشرکین خود بھی بالاتفاق اللہ پاک ہی کو اصلی اور سب سے اہم معبود مانتے تھے۔ جب ﴿فاسجدوا لله واعبدوا﴾ (النجم ۶۲) پر مسلمان سجدہ ریز ہو گئے تو کافروں کو بھی اپنے دعوائے بندگی کی لاج رکھتے ہوئے چاروناچار سجدہ کرنا پڑا۔

حتی کہ امیہ بن خلف نے اپنی پیشانی زمین پر رکھنے سے عار کرتے ہوئے مٹھی میں مٹی لی اور اسے اٹھا کر اپنی پیشانی سے لگا لیا۔ (بخاری ۸ ۴۸۰)

بہر حال اس حدیث کا قصہ غرانیق سے کوئی تعلق نہیں۔

پھر امام ابن حجر نے غرانیق والی روایت کی کچھ توجیہات بیان کی ہیں، جن میں سے ایک یوں ہے:

"جب رسول ﷺ نے ﴿افرأیتم اللات والعزیٰo ومنوٰۃ الثالثۃ الاخریٰo﴾ (النجم ۱۹۔۲۰) پڑھا تو بعض مشرکین جو تاک میں تھے انہوں نے لات، مناۃ اور عزیٰ کی تعریف میں کچھ الفاظ کہے۔ مشرکین کی عادت تھی کہ قرأت قرآن کے وقت شور مچاتے تھے جیسے کہ اللہ نے فرمایا ہے ﴿وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبونo﴾ (فصلت ۲۶) اس روایت میں شیطان سے مراد انسانی شیطان یعنی کافر ہیں۔

اس شور اور ہنگامے میں مشرکین نے اگلی آیات پر دھیان نہ دیا ﴿ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واٰباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطن...﴾ (النجم ۲۳) جن میں ان بتوں کو ان کے تراشے ہوئے نام قرار دے کر ان کی پرستش کی مذمت کی گئی ہے۔ (فتح الباری ۸/ ۲۹۴)

بہت سے علماء نے اس روایت کو باطل قرار دیا ہے جن میں قاضی ابوبکر ابن العربی، قاضی عیاض مالکی وغیرہ شامل ہیں۔ **البانی مرحوم نے بھی "نصب المجانیق علی قصۃ الغرانیق" میں اس روایت کو رد کیا ہے۔**

قاضی عیاض نے "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲/ ۱۰۸ میں روایات کا اضطراب بیان کرنے کے بعد کہا:

۱۔ شرعی دلائل اور اجماع امت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت اور ہر ردی صفت سے پاکیزگی ثابت ہے۔ اگر کہا جائے کہ ﴿اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ﴾ (الحج ۵۲) سے یہ مراد ہے کہ نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمنا کی تھی کہ بتوں کی مدح سرائی میں کچھ نازل ہو جائے، باطل ہے کیونکہ یہ کفر ہے۔ یا شیطان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غلبہ پائے اور آپ کو وحی کے معاملے میں اشتباہ میں مبتلا کرے حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام کو آکر وضاحت کرنی پڑے، یہ بھی باطل ہے۔ یا جان بوجھ کر خود ہی بیان کیا ہو، یہ تو صریح کفر ہے۔ یا غلطی و بے توجہی سے آپ ﷺ کی زبان پر آئی ہو عصمت کے منافی ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

اللہ پاک کا فرمان ہے: ﴿ولو تقول علینا بعض الاقاویلo لاخذنا منہ بالیمینo ثم لقطعنا منہ الوتینo﴾ اگر یہ (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم پر کوئی من گھڑت بات کرتا، تو ہم اس کے داہنے ہاتھ کو پکڑ لیتے۔ پھر ہم اس کی شہ رگ ہی کاٹ ڈالتے۔ (الحاقۃ ۴۴۔۴۶) اور فرمایا ﴿وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیرہ واذا لا تخذوک خلیلاo ولولا ان ثبتناک لقد کدت

ترکن الیهم شیئا قلیلاo اذا لاذقنك ضعف الحیوٰة و ضعف الممات ثم لا تجد لك علینا نصیراo﴾ (الاسراء ۷۳-۷۵) ''یہ لوگ آپ کو ہماری نازل کردہ وحی سے بھٹکانا چاہتے تھے تاکہ آپ اس وحی کے سوا کوئی اور چیز ہم پر گھڑ لیں' تب یہ لوگ آپ کو نہایت گہرا دوست بنا لیتے۔ اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو ممکن تھا کہ آپ ان کی طرف قدرے مائل ہو جاتے۔ پھر تو ہم آپ کو دنیا کا دہرا عذاب دیتے اور موت کا دہرا عذاب بھی دیتے پھر آپ ہمارے مقابلے میں کسی کو اپنا مددگار نہ پاتے۔''

ان آیات سے درج ذیل حقائق معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت واضح ہوتی ہے۔

۲۔ کفار کی خواہش تھی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وحی کے بجائے ان کی مطلوبہ باتیں اللہ کی طرف منسوب کر کے بولیں پھر وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے گہری عقیدت اور بے پناہ محبت رکھتے۔

۳۔ کفار کی یہ خواہش نامراد ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی بھر کوئی ایک لفظ بھی ان کی پسند کے مطابق بیان نہ کی۔

۴۔ اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عصمت اور ثابت قدمی عطا فرمائی۔

۵۔ آپ ﷺ ذرا بھی کفار کی طرف مائل نہیں ہوئے

پوری سیرت مبارکہ اور تاریخ اسلام مذکورہ بالا حقائق کی سوفیصد تائید کرتے ہیں۔

۳۔ اگر نوج ایسا واقعہ رونما ہو جاتا تو بہت سے ضعیف الایمان لوگ مرتد ہو جاتے' کفار مسلمانوں کو طعنہ دیتے۔ لیکن تاریخ عالم میں بھی کوئی ایسا واقعہ ذکر نہیں کہ اس موقع پر کوئی مرتد ہوا ہو یا کسی کافر نے فخر کیا ہو یا انہوں نے کسی مسلمان کو طعنہ دیا ہو۔

۴۔ کفار اس واقعہ کی کامیابی پر آئندہ بھی تاک میں رہتے اور ناکام ہی سہی' اس قسم کی کوششیں کرتے رہتے۔ لیکن ایسا کوئی واقعہ بھی مذکور نہیں۔

۵۔ پھر لکھتے ہیں شیطان خواہ انسانی ہو یا جنی' نبی معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کو خلط ملط کرنے سے عاجز آئے لیکن اس نے بعض راویوں کی زبان پر یہ واقعہ جاری کرنے میں کامیابی حاصل کی اور بعض تفسیری روایات سے متاثر ہو کر کچھ لوگوں نے اسے نہ صرف ممکن بلکہ درست تصور کر لیا۔ اور اسے ان آیتوں کا سبب نزول بھی گردانا=

﴿وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته فینسخ الله

ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیتہٖ واللہ علیم حکیمO لیجعل ما یلقی الشیطان فتنۃ للذین فی قلوبھم مرض والقاسیۃ قلوبھم وان الظالمین لفی شقاق بعیدO﴾ (الحج ۵۲-۵۳)

مذکورہ روایت مسترد ہونے کی روشنی میں ان آیتوں کا مفہوم یہ ہے:

''اللہ پاک نے جو بھی رسول یا نبی مبعوث فرمایا وہ سب یہی تمنا کرتے تھے کہ سارے لوگ ایماندار اور پاکباز ہو جائیں اور ہر نبی اس معاملے میں حتی الامکان کوشاں رہتا' اسی راہ میں مصائب برداشت کرتا اور اللہ پاک سے دعا گو رہتا۔

لیکن امت اختلاف میں پڑ جاتی اور شیطان لعین بہت سے لوگوں کے دلوں میں توحید و رسالت سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کر کے انہیں کافر بنا لیتا' بلکہ بعض اہل ایمان کو بھی وسوسے میں مبتلا کر کے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا۔ اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے انبیاء کرام اور علماء صالحین کے ذریعے اہل ایمان کے دلوں سے شیطانی وسوسوں کو ختم کرتا ہے اور صراط مستقیم کی رہنمائی کرنے والی محکم آیات پر ان کا ایمان مستحکم کر دیتا ہے۔ یہ اللہ پاک کے بے پایاں علم و حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔

اور اسی علم و حکمت کے تحت دینی امور میں شبہات میں گرفتار اور سنگدل کفار و منافقین کے شک کو مزید بڑھاتا ہے۔ یقیناً ظالم لوگ اس طرح دور کی گمراہی میں پڑ کر عذاب الٰہی کے سزاوار ہوتے ہیں۔''

واللہ اعلم وعلمہ اتم

(عبد الوہاب خان)